چوبیسواں پارہ

مولانا محمد اسلم شیخوپوری

سورۂ زمر کا جو حصہ چوبیسویں پارہ میں آیا ہے،اس کے مضامین کی چند جھلکیاں پیشِ خدمت ہیں:

(۱) قرآن، دنیا کے سارے انسانوں کو دو فریقوں میں تقسیم کرتا ہے، ایک فریق کافروں کا ہے جو اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں اور قرآن اور رسول کی تکذیب کرتے ہیں ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے، دوسرا فریق انبیاء اور ان کی اتباع کرنے والوں کا ہے ان کی جزاء جنت ہے۔(۳۲-۳۴)

(۲) بندوں پر اللہ کی خصوصی رحمت اور اس کے فضل واحسان میں سے یہ بھی ہے کہ وہ خطا کاروں، مجرموں اور کافروں کے لئے رحمت اور توبہ کا دروازہ کھلا رکھتا ہے اور انہیں خود توبہ اور رجوع الی اللہ کی دعوت دیتا رہتا ہے، وہ گناہ گاروں کو مایوس نہیں کرتا بلکہ ان کے دل میں امید کا چراغ روشن کرتا ہے، اللہ نے اپنے نبی کو حکم دیا ہے ”فرما دیجئے اے میرے بندو! جنہوں نے اپنے اوپر زیادتی کی ہے تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ، بے شک اللہ سارے گناہ معاف کر دے گا۔ یقیناً وہ بے حد بخشنے والا، انتہائی مہربان ہے، ارشاد ہوتا ہے“ اور اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اس کے سامنے جھک جاؤ قبل اس کے کہ تم پر عذاب آ جائے پھر تمہاری مدد نہیں کی جا سکے گی۔“ (۵۳-۵۵)

(۳) بندوں کو توبہ اور انابت کی دعوت دینے کے بعد سورت قیامت کے مختلف مناظر بیان کرتی ہے، جب اللہ پر جھوٹ بولنے والوں کے چہرے سیاہ ہوں گے، صور پھونکا جائے گا، سب اللہ کے سامنے پیش ہوں گے، زندگی کا حساب ہوگا پھر کافروں کو کھینچ کھینچ کر دوزخ کی طرف لے جایا جائے گا اور اہلِ تقویٰ کو جنت میں داخل ہونے کی دعوت دی جائے گی، فرشتے ان کا استقبال کرتے ہوئے انہیں سلام کہیں گے اور وہ اللہ کی حمد کرتے ہوئے اپنے مسکن میں تشریف فرما ہوں گے۔(۶۰-۷۳)

﴾سورۂ غافر﴿

سورہ غافر مکی ہے، اس میں ۸۲ آیات اور ۹ رکوع ہیں، سورۂ غافر کو سورۂ مومن بھی کہا جاتا ہے، اس کے مطالعہ سے انسان اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ اس سورت کا موضوع ''حق و باطل اور ہدایت وضلالت کے درمیان معرکہ'' کا بیان ہے۔ اس سورت کی ابتداء آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دائمی معجزہ قرآن کے تذکرہ سے ہوئی ہے جو کئی صدیاں گزرنے کے باوجود آپ کی نبوت کی صداقت کا گواہ ہے، اللہ کے علوم و معارف پر قدامت اور کہنگی کا اثر نہیں ہے، وہ آج بھی تازہ اور زندہ کلام ہے، سائنسی ترقیاں اور جدید تحقیقات اس کے بیان کردہ علمی حقائق کی تصدیق کرتی ہیں، جوں جوں انسان کے علم میں اضافہ ہوگا، توں توں وہ قرآن کے ربّانی کلام اور معجزہ ہونے کا اقرار کرتا جائے گا، شرط بس یہ ہے کہ اسے قلبِ سلیم عطا ہوا ہو اور وہ گروہی تعصب اور حاسدانہ بغض و عناد سے بالاتر ہو کر سوچے، قرآن کریم کے وحی الٰہی ہونے کا ذکر کرنے کے بعد ایک ہی آیت میں اللہ کی چار صفات بیان کی گئی ہیں یعنی وہ گناہ معاف کرنے والا، توبہ قبول کرنے والا، سخت سزا دینے والا اور بندوں پر فضل و احسان کرنے والا ہے۔ (۳)

یہ سورت جن دوسرے موضوعات کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

(۱) وہ فرشتے جنہیں ''حملة العرش'' (عرش کو اٹھانے والے) ہونے کا شرف حاصل ہے، وہ اور جو عرش کا احاطہ کئے ہوئے ہیں یہ سب اللہ کی حمد و تسبیح کے ساتھ ساتھ اہل ایمان کے لئے دعائیں کرتے ہیں، وہ عرض کرتے ہیں ''اے ہمارے رب! تیری رحمت اور علم ہر چیز کو اپنے احاطہ میں لئے ہوئے ہے پس تو مغفرت فرمادے ان لوگوں کی جو توبہ کرتے ہیں اور تیری راہ کی اتباع کرتے ہیں اور انہیں دوزخ کے عذاب سے بچالے، اے ہمارے رب! تو انہیں بھی ان دائمی باغات میں داخل فرمادے جن کا تو نے ان سے وعدہ کر رکھا ہے اور ان کے آباء، ان کی

بیویوں اور ان کی اولاد میں سے جو نیک ہیں انہیں بھی داخل فرمادے، بے شک تو ہی غالب اور حکمت والا ہے اور ان کو عذابوں سے بچائے رکھ اور جسے تو نے اس دن عذابوں سے بچالیا تو بے شک تو نے اس پر مہربانی فرمائی اور یہی بڑی کامیابی ہے۔" (۷-۸)

(۲) قرآن کا جو ایک خاص اسلوب ہے کہ ترغیب کے بعد ترہیب، جنت کے بعد جہنم اور اہلِ ایمان کے بعد اہلِ کفر کر تذکرہ کرتا ہے تو یہاں بھی ایسا ہی ہے، پہلے یہ بتایا کہ مقرب فرشتے ایمان والوں کے لئے دعائیں کرتے ہیں، اب کفار اور فجار کا حال بتایا جا رہا ہے کہ جب انہیں بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل کردیا جائے گا اور وہ اپنے اعمالِ بد کا انجام دیکھ لیں گے تو اپنے آپ سے سخت نفرت کریں گے اور اپنے آپ کو برا بھلا کہتے ہوئے معذرت پیش کریں گے، دنیا والی اکڑفوں کو بھول کر بڑی ذلت اور انکساری کے ساتھ آگ کے شعلوں سے نکالنے کی درخواست کریں گے لیکن ان کی یہ درخواست رد کردی جائے گی اور جہنم کے داروغے ان سے کہیں گے کہ جیسے آج عذاب کی شدت دیکھنے کے بعد تم اپنے آپ سے نفرت کا اظہار کر رہے ہو اس سے کہیں زیادہ نفرت اللہ تعالیٰ اس وقت تم سے کرتا تھا جب تمہیں ایمان کی دعوت دی جاتی تھی لیکن تم تکبر اور سرکشی کرتے ہوئے کفر کرتے تھے اور ایمان قبول کرنے سے صاف انکار کردیتے تھے (۱۰-۱۲) یہ قیامت کا دن تو بندوں کے درمیان عدل اور انصاف کا دن ہے آج ہر شخص کو اس کے نیک یا بدعمل کا بدلہ مل کر رہے گا۔

(۳) کفار پر اللہ کے عذاب کا تذکرہ کرتے ہوئے، ظلم اور سرکشی کے مشہور کردار فرعون کا قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جو پیش آیا تھا، یہ حقیقت سمجھانے کے لئے بیان کیا جا رہا ہے کہ ظالموں اور متکبروں کا انجام کبھی بھی اچھا نہیں ہوتا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ تو کئی سورتوں میں آیا ہے مگر سورۂ غافر میں اس کے ضمن میں ایک مومن بندہ کا خاص طور پر تذکرہ کیا گیا ہے، اسی کے تذکرہ کی وجہ سے اس سورت کا دوسرا نام "سورۂ مومن" بھی ہے، یہ

شخص خفیہ طور پر ایمان قبول کر چکا تھا، جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کے مشورے ہونے لگے تو یہ صاحبِ ایمان انسان آپ کے دفاع کے لئے اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ کیا تم ایک شخص کا خون صرف اس لئے بہانا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے، جب کہ وہ تمہارے پاس واضح دلائل اور روشن معجزات بھی لے کر آیا ہے لیکن فرعون اپنی بات پر اَڑا رہا اور اس نے واضح الفاظ میں کہہ دیا کہ صرف میری رائے ہی درست ہے، اور میرا سوچا سمجھا فیصلہ یہی ہے کہ موسیٰ کو قتل کر دیا جائے، اس سے کم درجہ کی کوئی بات قابل قبول ہی نہیں ......(قارئین کرام! اگر آپ اپنے گردوپیش کا جائزہ لیں تو اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ آج کے ڈکٹیٹروں کا مزاج بھی وہی ہے جو کل کے ڈکٹیٹروں کا تھا، وہ اپنے منہ سے نکلی ہوئی ہر بات کو حرفِ آخر سمجھتے ہیں، پوری انسانیت ایسے ہی ڈکٹیٹروں کے نرغے میں ہے اور خود امتِ مسلمہ کی گردنوں پر بھی ایسے ہی خود سر اور متکبر مسلّط ہیں جو اپنے آپ کو عقلِ کل سمجھتے ہیں اور کسی بڑے سے بڑے عالم کی رائے کو بھی خاطر میں نہیں لاتے)۔

''رجل مؤمن'' کی تقریر اس قدر مؤثر تھی کہ فرعون کو خطرہ لاحق ہو گیا کہ میرے درباری اس کی دل سے نکلی ہوئی باتوں سے متأثر نہ ہو جائیں، اس نے پہلے تو اپنا قطعی فیصلہ سنا دیا کہ اب موسیٰ اور ہارون (علیہما السلام) دونوں کا وجود برداشت نہیں کیا جائے گا پھر بندۂ مؤمن کی تقریرِ دلپذیر کو مذاق ہی مذاق میں اڑانے کے لیے اپنے وزیر ہامان کو اس نے حکم دیا کہ میرے لیے ایک بلند و بالا عمارت تعمیر کرو تا کہ میں دیکھوں تو سہی کہ موسیٰ کا خدا کہاں ہے؟ (یہی چالاک حکمرانوں کا وتیرہ ہوتا ہے، وہ کبھی دھمکی کی زبان استعمال کرتے ہیں اور کبھی مخالف کی رائے کو استہزاء کا نشانہ بنا کر اس کی اہمیت لوگوں کی نظروں سے گرا دیتے ہیں) فرعون کے تمرّد اور استہزاء کے باوجود بندۂ مؤمن نے اپنا بیان جاری رکھا لیکن ظاہر ہے فرعون نہ خود ایمان پر آمادہ ہوا نہ اپنے مقربین کو اس طرف آنے دیا، نتیجہ یہ نکلا کہ وہ اللہ کا بندہ عذاب سے بچ گیا جبکہ فرعون

اوراس کے انصار واعوان عذاب کی لپیٹ میں آ گئے ۔ یہ عذاب، قبر میں بھی ان کا پیچھا نہیں چھوڑے گا اور صبح شام ان پر پیش کیا جاتا رہے گا، آخرت میں تو انہیں شدید ترین عذاب کا سامنا کرنا ہی پڑے گا۔(۲۸۔۴۲)

(۴) فرعون جیسے ناشکروں، متکبروں اور ظالموں کا عبرت آموز تذکرہ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ اپنی چند نعمتوں کا تذکرہ کرتا ہے، اللہ نے سکون کے لیے رات اور دیکھنے اور معاش کے لیے دن بنایا ہے، زمین سکون اور قرار کے لیے اور آسمان کو چھت بنایا ہے، حسین صورتوں سے نوازا ہے اور رزق کے طور پر پاکیزہ چیزیں عطا فرمائی ہیں، یہ سب اس کی نعمتیں ہیں لیکن انسان ان نعمتوں کا شکرادا نہیں کرتا، جن مقاصد کے لیے اللہ نے یہ نعمتیں عطا کی ہیں انہیں ان مقاصد کے لیے استعمال نہیں کرتا اور نہ ہی ان میں غور وفکر کرکے اپنے خالق کو پہچانتا ہے (۶۱۔۶۵) اگر انسان خارجی کائنات پر غور وفکر کرنے کی بجائے خود اپنی تخلیق ہی میں غور وفکر کرلے تو وہ اللہ کو پہچان سکتا ہے، انسان اپنی تخلیق میں مختلف مراحل سے گزرتا ہے، ان میں سے ہر مرحلہ ہی بڑا عجیب اور حیران کن ہے، بے جان مٹی سے اس کی ابتدا ہوتی ہے، پھر نطفہ، جما ہوا خون، گوشت کی بوٹی، ہڈیاں، ڈھانچہ، جان، عقل، سمع، بصر پورے جسم میں ہزاروں میل لمبی پھیلی ہوئی رگوں کا جال، خون کی گردش، دل کی حرکت، تین سو ساٹھ جوڑ ...... پیدا ہوتا ہے تو از حد کمزور اور عاجز، نہ طاقتِ گفتار، نہ تمیز وعرفان، پھر اسے اللہ عقل وفہم اور قوت وادراک عطا کرتا ہے، بچپن کے بعد جوانی کی حدود میں قدم رکھتا ہے، پھر بڑھاپا اسے آلیتا ہے اور انسان ویسے ہی ہو جاتا ہے جیسے بچپن میں تھا، نظر کمزور، عقل میں خلل، اعضاء میں ضعف، حواس میں تعطل، چلنے پھرنے اور اٹھنے بیٹھنے سے عاجز، یہاں تک کہ موت آجاتی ہے، موت بھی اس کی تخلیق کے مراحل میں سے ایک مرحلہ ہے، موت کے بعد دوبارہ زندگی دی جاتی ہے تاکہ اس کی تخلیق کے بقیہ مراحل کی بھی تکمیل ہو جائے .... ایک طرف انسانی زندگی کی یہ عجوبہ کاریاں اور قدرتِ الٰہیہ کی زندہ نشانیاں ہیں تو دوسری طرف آیاتِ الٰہیہ میں جھگڑا کرنے والوں کا انکار اور اعراض جو یہ بھول ہی

جاتے ہیں کہ ہم مٹی اور نطفہ سے بڑھاپے اور موت تک کن مراحل سے گزرتے ہیں اور کون ہے جوان سارے مراحل کی نگرانی کرتا ہے اسی لئے انسان کی تخلیق کا ذکر کرنے کے بعد ارشاد ہوتا ہے: ''کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اللہ کی آیات میں جھگڑتے ہیں، یہ کہاں پھرے جارہے ہیں۔'' (۶۷-۶۹)

سورت کے اختتام پر پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر کی تلقین کی گئی ہے، اس کے بعد جھٹلانے والوں کو زمین پر چل پھر کر ہلاک شدہ اقوام کا انجام اور ان کے آثار دیکھنے کی تلقین کی گئی ہے، ان اقوام کو بھی اپنی ظاہری قوت اور مادی وسائل پر بڑا ناز تھا۔ انہوں نے انبیاء کے معجزات اور صداقت کی واضح نشانیوں کو جھٹلا دیا، پھر جب انہوں نے اللہ کا عذاب اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھ لیا تو توحید کا اقرار اور بت پرستی سے بیزاری کا اظہار کیا لیکن یہ اقرار اور اظہار ان کے کسی کام نہ آیا اس لئے کہ اللہ کا دستور متکبروں اور سرکشوں کے بارے میں یہ ہے کہ عذاب کا مشاہدہ کر لینے کے بعد ان کا ایمان قبول نہیں کیا جاتا۔ (۷۷-۸۵)

سورۂ فصلت

سورۂ فصلت مکی ہے، اس میں ۵۴ آیات اور ۶ رکوع ہیں۔ اس سورت میں چونکہ سجدہ تلاوت آیا ہے اس لئے اسے حم سجدہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس سورت کا آغاز بھی حروف مقطعات میں سے ''حم'' کے ساتھ ہوا ہے اور ایسی سورتوں کی تعداد سات ہے۔ انہیں اصطلاح میں ''حوامیم سبعہ'' اور ''آل حم'' بھی کہا جاتا ہے، یہ سورتیں جس ترتیب سے مصحف میں موجود ہیں، اسی ترتیب سے نازل ہوئی تھیں، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان سورتوں کو قرآن کا حسن قرار دیا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے ہر چیز کا مغز ہوتا ہے اور قرآن کا مغز ''آل حم'' ہیں۔ ''حوامیم سبعہ'' درجِ ذیل ہیں: مومن، حم سجدہ، شوریٰ، زخرف، دخان، جاثیہ اور احقاف۔

یہ سورت اپنا آغاز قرآن عظیم کے ذکر سے کرتی ہے اور بتاتی ہے کہ یہ کتاب اس ہستی کی طرف سے نازل ہوئی ہے جو بے حد مہربان اور انتہائی رحم کرنے والا ہے، اس سورت کے احکام اور معانی، مضامین اور مقاصد، قصص اور مواعظ، احکام اور امثال، وعدے اور وعیدیں سب بالکل واضح ہیں ان میں کوئی ابہام اور کوئی اخفاء نہیں۔ لیکن اس وضاحت اور بیان کے باوجود بہت سارے لوگ اس سے اعراض کرتے ہیں اور وہ بدبخت اپنے آپ کو خود ہی اندھوں اور بہروں کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ہمارے دلوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں، کانوں میں ڈاٹ ہیں اور اے نبی ہمارے اور تمہارے درمیان پردہ حائل ہے لہٰذا نہ تو ہم تمہاری دعوت سمجھتے ہیں، نہ سنتے ہیں اور نہ ہی تجھے دیکھ پاتے ہیں، مشرکین کے ہذیان اور یاوہ گوئی کے جواب میں اللہ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ آپ اپنی شخصیت کا تعارف اور اپنی بعثت کا مقصد بتا دیجئے، آپ فرما دیجئے مجھے فرشتہ یا کوئی دوسری مخلوق ہونے کا دعویٰ نہیں، میں بشری تقاضے اور ضروریات رکھنے والا تمہارے جیسا انسان ہوں لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے وحی اور رسالت کے ساتھ امتیاز بخشا ہے۔(۲-۶)

اس کے بعد یہ سورت مشرکین کے کفر و شرک پر تعجب کا اظہار کرتی ہے جو اللہ کی عظمت و جلال کے آثار کا مشاہدہ کرنے کے باوجود ان کا انکار کرتے ہیں، ان آثار و براہین کی نشاندہی کرنے کے ساتھ ساتھ عاد و ثمود کی تکذیب و انکار اور ان کا انجام ذکر کیا گیا ہے، قومِ عاد کو حیرت انگیز جسمانی قوت عطا کی گئی، ان کی طاقت کا یہ حال تھا کہ ان کا ایک شخص پہاڑ سے چٹان توڑ کر الگ کر دیتا تھا، چاہیے تو یہ تھا کہ وہ قوت و طاقت کی عطا پر اللہ کا شکر ادا کرتے لیکن وہ شکر کے بجائے گھمنڈ میں مبتلا ہو گئے اور فخریہ طور پر چیلنج کرنے لگے کہ ”ہے کوئی جو ہم سے زیادہ طاقتور ہو؟“ (۱۵) ان کی حماقت اور نادانی پر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے انہیں جواب دیا گیا کہ کیا تم اس ذات کی قوت و طاقت سے غافل ہو گئے جس نے تمہیں پیدا کیا ہے؟ کیا تم اس

حقیقت کو بھول گئے ہو کہ تمہاری طاقت ، باری تعالیٰ کی عظمت وکبریائی اور قوت وجلال کے سامنے کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتی، پھر یوں ہوا کہ ان پر تیز اور ٹھنڈی ہوا کا عذاب مسلط کر دیا گیا، مسلسل سات دن تک ہوا چلی اور ہوا نے انہیں اٹھا کر یوں پٹخا گویا وہ بے حیثیت کیڑے مکوڑے اور خس وخاشاک ہوں ......قوم ثمود نے بھی ایمان پر کفر کو، ہدایت پر ضلالت کو اور بصارت پر اندھے پن کو ترجیح دی تھی، ایک دن جب کہ وہ اپنی عیاشیوں میں مست تھے کہ ایک چنگھاڑ آئی جس سے کانوں کے پردے پھٹ گئے اور زلزلہ آیا جس سے سب کچھ زیر وزبر ہو کر رہ گیا۔(۱۹-۱۸)

عاد وثمود جیسی سرکش قوموں پر دنیاوی عذاب کا تذکرہ کرنے کے بعد اخروی عذاب کا تذکرہ ہے جب اللہ کے دشمنوں کو اللہ کے حضور جمع کیا جائے گا اور وہاں ان کے اعضاء یہاں تک کہ ان کے جسم کی کھال ان کے خلاف گواہی دے گی۔(۱۹-۲۲) یہ وصف ایمان پر استقامت ہے، جب انہوں نے ایک بار اللہ کو اپنا رب کہہ دیا تو اب وہ زندگی بھر اپنے اس قول وقرار پر جم گئے، یہی استقامت ہی ولایت ہے اور استقامت سب کرامتوں سے بڑی کرامت ہے، اصحابِ استقامت کو جنت میں ٹھکانہ دے کر کہا جائے گا کہ تم یہاں من چاہی زندگی گزارو، یہ بدلہ ہے اس کا کہ تم دنیا میں خدا چاہی زندگی گزار چکے ہو(۳۰-۳۱)اصحابِ استقامت میں سے بھی اللہ کے نزدیک سب سے معزز اور قابلِ تحسین وہ لوگ ہیں جو اخلاص اور حکمت کے ساتھ اللہ کی طرف دعوت دیتے ہیں اور اس راہ کی مشکلات کو رضاءِ الٰہی کے حصول کے لئے برداشت کرتے ہیں(۳۳-۳۵)......اس پارہ کا اختتام رب تعالیٰ کے عدل کے بیان پر ہوتا ہے،فرمایا گیا’’جو نیک عمل کرتا ہے سو وہ اپنے لئے کرتا ہے اور جو برے کام کرتا ہے سو ان کا وبال اسی پر پڑے گا اور تیرا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔‘‘(۴۶)

پیشکش: ابو زبیر [www_alkalam_pk@yahoo.com]